www.FaizAhmedOwaisi.com

اذانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

تصنیف لطیف

مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یا رحمۃ للعالمین ﷺ

اذانِ رسول

تصنیف لطیف

شمس المصنفین، فقیہ الوقت، فیضِ ملت، مفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ ابوالصالح مفتی محمد فیض احمد اُویسی رضوی علیہ الرحمۃ القوی

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وحدہ الصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہ

اما بعد! چونکہ بعض لوگ اذان پڑھنے کو شان سمجھتے ہیں اسی لئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اذان نہیں کہی ہو گی ان کا یہ خیال غلط ہے اس لئے کہ اذان پڑھنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا مرتبہ ہے۔ اسی لئے اس مرتبہ کی بھی ہمارے نبی پاک ﷺ کو کمی نہیں ہے۔ ہاں فرصت نہ ملی تو بار بار نہ پڑھی لیکن کبھی پڑھی ضرور ہے۔ اس رسالہ میں اسی مسئلہ کی تحقیق ہے۔

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الکریم

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد! حضور نبی پاک ﷺ نے خود اذان دی ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے بعض قائل ہیں بعض منکر۔

دلائل قائلین

(۱) حضور سرورِ عالم ﷺ ایک سفر میں تھے تو بارش ہوگئی کھلی فضا تھی نیچے پانی ہی پانی تو **فاذن رسول اللہ ﷺ** سواری پر رسول اللہ ﷺ اذان اور اقامت پڑھ کر آگے بڑھے اور نماز اشارہ سے پڑھائی سجود میں بہ نسبت رکوع زیادہ جھک جاتے تھے۔ (رواہ الترمذی ھذا حدیث غریب)

ازالہ وھم

سہیلی نے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ نے سفر

میں اذان دی (الحدیث) یہ ان کی یا ان کے کسی شاگرد کی غلطی ہے۔ یہ حدیث ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی نہیں ہاں ان کی یہ روایت یعلی بن مرہ سے ہے۔ (مواہب لدنیہ)

بہر حال امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مہذب وغیرہ میں اس قسم کی روایات سے رسول اللہ ﷺ کے خود بنفس نفیس اذان دینے پر زور دیا اور اسے ثابت کرنے کی کوشش فرمائی لیکن دارقطنی نے اسی سند و متن سے روایت نقل فرمائی اور اس میں تصریح فرمائی کہ اسی موقعہ پر حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان کا حکم فرمایا ان کی سند میں ترمذی کی طرح اذان رسول ﷺ کے الفاظ نہیں ہیں۔

قاعدہ

امام زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح مواہب میں فرمایا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ پر تعجب ہے کہ امام سہیلی کے کلام سے کیسے بے خبر رہے حالانکہ وہ امام سہیلی سے بعد کو ہوئے ہیں۔

ائمۃ الحدیث کی نوک جھونک

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بعض تصانیف میں امام سہیلی کا جواب امام زرقانی کو دیا ہے المفصل علی المجمل کا قاعدہ وہاں چلتا ہے جہاں واقعہ ایک ہو جہاں متعدد واقعات ہوں وہاں یہ قاعدہ پورا نہیں ہوتا بلکہ وہاں واجب ہوتا ہے ہر مضمون اپنی حقیقت پر محمول کیا جائے جیسا کہ محدثین اور اہل اصول کا قاعدہ ہے۔

قاعدہ

حفاظ الحدیث رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جب تک ہم حدیث کو ساٹھ وجوہ سے نقل نہ کریں اس وقت تک اس حدیث کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔

انتباہ

محدثین کرام باوجود حدیث دانی کے کتنا احتیاط فرماتے اور آج حدیث فہمی سے کوسوں دور ہو کر کتنی جرأت ہے کہ معمولی اُردو کے زور سے حدیث دانی کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔

فرقیست از کجا تا کجا

بوجہ اختلاف رواۃ اور الفاظ کے مثلاً قصہ معراج کے باوجودیکہ وہ ایک واقعہ ہے لیکن اس کے چالیس صحابی راوی ہیں جن کی سندات اور متون مختلف ہیں باوجود اسی میں جمہور کا فیصلہ ہے کہ وہ ایک واقعہ ہے ایسے ہی یہاں سمجھئے کیونکہ

ترمذی و دارقطنی سند و متن میں متوافق ہیں اسی لئے اسے متعدد واقعات پر محمول کیا جا سکتا۔ (اسی لئے نتیجہ یہ نکلا کہ واقعہ ایک ہی ہے تو بھی حضور ﷺ کا اذان بنفس نفیس کا ثبوت نہیں مل سکتا کیونکہ جہاں اذان رسول اللہ ﷺ کا لفظ ہے تو وہاں مجاز ہے بمعنی امر اذان)

تائید مزید

قائلین کی طرف سے مزید تائید حافظ ابن حجر کے قول سے ہوتی ہے جو انہوں نے خزائن الاسرار شرح تنویر الابصار للحصکفی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کر کے لکھا کہ اکثر سوال ہوا کرتا ہے اس کے متعلق جواب یہ ہے کہ امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

انہ اذن فی السفر۔

ترجمہ: بیشک رسول اکرم ﷺ نے سفر میں اذان دی ہے۔

پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی اسی پر امام نووی نے جزم فرمایا ہے اور اسے قوی بتایا۔

تردید از منکرین

اس روایت کو اسی سند سے مسند احمد میں بیان کیا ہے

فامر بلالا فاذن

حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا تو انہوں نے اذان پڑھی۔

اسی سے معلوم ہوا کہ امام ترمذی کی روایت میں اختصار ہے اور اذن رسول اللہ ﷺ در اصل امر رسول اللہ ﷺ تھا اور عرب میں مجاز عام چلتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے "اعطی الخلیفہ فلانا الفا" خلیفہ نے فلاں کو ہزار (روپیہ) دیا۔ حالانکہ ہزار روپیہ دینے والا کوئی غیر ہوتا ہے لیکن نام خلیفہ کا لیا گیا (ایسے ہی اذان تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی دی لیکن مجازاً رسول اللہ ﷺ کا اسم گرامی لیا گیا) اس لئے کہ اس نے اس کا امر کیا تو بھی امر کا فعل اس کی طرف منسوب کیا گیا۔

انصاف

سہیلی و ابن حجر رحمہما اللہ تعالیٰ اپنے اثباتی امور میں جزم نہیں کر سکے لیکن حدیث ترمذی کے معنی بیان کرنے میں کامیاب ضرور ہوئے ہیں۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قائلین میں سے ہیں اور وہ حضور ﷺ کے خود بنفس نفیس کے اذان دینے پر جزم کرتے ہیں اور جامع ترمذی کی شرح میں تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ

عبادت بجانہیں لائے بلکہ دوسروں کو حکم فرمایا تو اس سے غفلت ہوئی۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے توشیح شرح بخاری میں امام نووی وحافظ ابن حجر رحمہما اللہ کا آپس کا اختلاف اور ان کے دلائل لکھ کر فرمایا کہ مجھے ایک مرسل حدیث ملی ہے جو سید بن منصور کی مسند میں ہے کہ حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

اذن رسول اللہ ﷺ مرۃ فقال حی علی الفلاح

ترجمہ: ایک بار رسول اللہ ﷺ نے اذان دی اور اس میں کہا "حی علی الفلاح"۔

یہ وہ روایت ہے کہ اس میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہوسکتی۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے مؤقف کی تردید

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا حدیث اس بارے میں نص نہیں کہ یہ اذان نماز کے لئے تھی ہوسکتا ہے کہ یہ بچے کے کان میں اذان دی ہو جیسا کہ ابوداؤد و ترمذی کی روایت میں ہے اور اس کی تصحیح بھی فرمائی اور امام احمد نے ابورافع سے روایت کی فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کان میں اذان دی جب وہ پیدا ہوئے۔

فائدہ

امام احمد کی روایت میں حسین مصغراً ہے اس تقریر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ روایت از مسند سعید بن منصور کو اسی اذان صبی پر محمول کیا جائے تو بعید از قیاس نہیں بلکہ ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہی اذان صبی ہو کیونکہ اس میں بھی حی علی الفلاح کا لفظ ہوتا ہے کیونکہ اگر وہ نماز کی اذان ہوتی تو راوی کو لفظ حی علی الفلاح کی تصریح کی کوئی ضرورت نہ ہوتی اس لئے اذان صلوۃ حیعلتین (حی علی الصلوۃ وحی علی الفلاح) کے بغیر نہیں ہوتی۔ لیکن اذان صبی میں اس کے نہ ہونے کا احتمال تھا تو راوی نے اس کی تصریح کر دی کہ اذان صبی میں بھی حضور ﷺ نے حی علی الفلاح کہا تھا ظاہر ہے کہ اذان صبی میں بھی حضور ﷺ نے حی علی الفلاح کہا تھا ظاہراً اذان صبی میں نماز کے لئے تو نہیں بلایا جاتا اسی لئے راوی نے اس کی تصریح کر دی امام تقریر پر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف حدیث مذکور سے مؤید نہیں ہوسکتا۔

خلاصہ

یہ کہ قائلین کے ہاں کوئی ایسی پختہ اور مضبوط دلیل نہیں جس سے وثوق سے کہا جاسکے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنفس نفیس اذان کہی ہو اسی لئے اس بارے میں ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ دو روایات بھی اس بارے میں مصرح نہیں۔ امام

ترمذی کی روایت کا حال تم پڑھ چکے جسے قائلین اس میں نص صریح سمجھتے تھے تو وہ بھی نص صریح نہ ہوسکے بلکہ اس کے خلاف تصریحات مل گئے اور سعید بن منصور بھی نص صریح نہیں بلکہ وہ بھی محتمل ہے اس کے توقف میں ہے ممکن ہے بعد کو اس بارے میں کوئی تصریح مل جائے۔ (واللہ اعلم)

منکرین کے دلائل

منکرین فرماتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ اذان سنتے ہی خوشی وفرحت محسوس ہوتی ہے اور نیک اذہان اس سے مسرور ومفروح ہوتے ہیں اور اس کے فضائل اور اجر وثواب کی روایات بھی بکثرت ہیں مجملہ ان کے

(۱) ترمذی شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ثواب کی خاطر سات سال اذان پڑھی اس کے لئے جہنم کی آگ سے بیزاری لکھ دی جاتی ہے۔ (۲) مسلم شریف میں ہے حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ قیامت میں موذنین کی گردنیں (فخر خوشی سے) اونچی ہونگی۔ (۳) ابن ماجہ ودارقطنی میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے بارہ سال اذان پڑھی اس کے لئے بہشت واجب ہوگی اور اس کے لئے ہر یوم میں اذان کے بدلہ میں ساٹھ اور اقامت کے بدلے میں تیس نیکیاں ہونگی۔

فائدہ

حاکم نے فرمایا کہ یہ علیٰ شرط البخاری ہے اور صحیح ہے (اس کی عبدالعظیم منذری نے ترغیب وترہیب میں تصدیق کی) باوجود انہیں رسول اللہ ﷺ کا اذان نہ کہنے کی چند وجوہ ہیں۔

(۱) اذان میں **حی علی الفلاح** (فلاح کی طرف آ ؤ) اور **حی علی الصلوۃ** (نماز کی طرف آ ؤ) کے الفاظ ہیں اگر حضور ﷺ اذان کہتے تو ہر سامع پر تعمیل واجب ہو جاتی (عدم تعمیل پر گناہ ہوتا اس سے امت کو حرج ہوتا اور یہ آپ کو گوارا نہ تھا)

تردید وجہ ھذا

یہ وجہ مخدوش ہے اس لئے کہ نماز کی اذان صرف وقت نماز کی اطلاع کے لئے ہے اس سے اذان کہنے والا خصوصی طور کسی کو نماز کے بلانے کا قصد نہیں کرتا (یہ وجہ صحیح نہیں اس لئے اور دن کے لئے تو اسے صرف اطلاع للصلوۃ پر محمول کیا جاسکتا ہے) لیکن نبی اکرم ﷺ کا ہر حکم وجوب پر دال ہوتا ہے اس لئے آپ کا کسی فعل پر مواظبت نہ کرنا (مثلاً تراویح) اسی خطرہ سے ہوتا تھا (اسی لئے وجہ اول وجیہ ہے)

(۲) حضرت ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الترغیب میں لکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس لئے اذان نہیں دی کہ اس

سے خودستائی کا پہلو نکلتا ہے کہ لوگوں کو سنائیں کہ میں رسول اللہ ہوں اور یہ غیر مستحسن ہے۔

تردید

یہ وجہ غیر وجیہ ہے اس لئے کہ خودستائی تو تب ہوتی ہے جب افتخار (فخر) مطلوب ہو اور حضور اکرم ﷺ سے فخر (قبیح) تو بہ توبہ۔ ہاں آپ اپنے لئے اگر کوئی فخریہ کلمہ بیان فرماتے تو وہ بطور تحدیث نعمت کے ہوتا اور آپ کو حکم ربانی تھا کہ

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝

ترجمہ : اپنے رب تعالی کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ (پارہ ۳۰، سورۃ الضحی، آیت ۱۱)

اور بار ہا اس سے بڑھ کر اپنے لئے آپ ﷺ نے ثنائیہ کلمات بیان فرمائے (جیسا کہ با ہر حدیث سے مخفی نہیں۔)

(۳) حضور ﷺ نے اس لئے اذان نہیں کہی کہ آپ جب کہتے اشهد ان محمد رسول الله تو سننے والا سمجھتا کہ وہ محمد کوئی اور ہے اور اذان کہنے والا اور اس احتمال سے بچنے کے لئے آپ ﷺ نے اذان نہ کہی۔

تردید

یہ وجہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ بعض احادیث صحیحہ میں تصریح موجود ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی رسالت کی گواہی اپنے اسم گرامی کے لفظ سے دی (مثلاً فرمایا اشهد ان محمد اً عبده ورسوله میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالی کے عبد مقدس اور اس کے رسول ہیں۔) چنانچہ دار قطنی نے خیلا نیات سے روایت کی کہ قاسم بن محمد نے فرمایا کہ مجھے بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے التحیات کی تشہد یوں سکھائی

التحيات لله و الصلوات و الطيبات السلام عليك ايها النبى ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لااله الا الله واشهد ان محمد ا عبده رسوله۔

مسئلہ

امام نووی نے فرمایا کہ اسی سے ثابت ہوا کہ ہماری تشہد وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی ہے۔

فائدہ

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کر کے فرماتے ہیں کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کی تردید کا اشارہ ملتا ہے جس میں ہے کہ رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تشہد میں کہتے اشهد انى رسول الله (میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ تعالی کا رسول (ﷺ) ہوں)

تبصرہ اُویسی غفرلہ

آج کل کے واعظین اس روایت کو بڑے فخر سے اس دعویٰ کی دلیل بناتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمارے جیسے نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے ان کی تشہد اور ہماری تشہد اور انہیں چاہیے کہ وہ اس روایت کو دلیل نہ بنائیں اگرچہ فضیلت میں بروایت رافعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کر سکتے ہیں ہاں ہمارا عقیدہ ہے اور حق ہے کہ

رُخِ مصطفی ﷺ ہے وہ آئینہ کہ نہیں کوئی دوسرا آئینہ

ہماری بزمِ خیال میں نہ دوکان آئینہ ساز میں

لیکن اس کے دلائل اور ہیں جنہیں فقیر نے اپنی کتاب ''اکسیر فی اتمام البشر'' میں لکھ دیئے ہیں۔

(۴) حضور ﷺ نے بوجہ مصروفیت کے اذان نہیں کہی جیسے خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اذان کہنے کا ثبوت نہیں ملتا اس کی وجہ ہے کہ آپ اشباء الرسالۃ اور مصالح شریعت جیسے غزوات (اور عوام کے فیصلہ جات) میں مصروف رہے (ایسے ہی خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حال تھا) اس مصروفیت سے آپ ﷺ نے اذان نہ کہی اگر آپ ﷺ مصروف نہ ہوتے تو اذان ضرور کہتے اور پھر آپ ﷺ جس نیک کام کو شروع فرماتے تو اکثر اس پر مواظبت فرماتے اگرچہ یہ وجہ صحیح ہے لیکن علت نہیں بن سکتی اور اس لئے کہ آپ ﷺ کتنا ہی مصروف کیوں نہ ہوں جواز کے لئے ایک دو دفعہ اس عمل کو ضرور کر گزریں اگرچہ مواظبت بھی بعض امور میں ثابت ہے لیکن ان کے عمل سے آپ ﷺ کی مصروفیت میں حرج واقع نہ ہوا تو اذان سے بھی حرج واقع نہ ہوتا اصل وجہ وہی ہے جو ہم نے سب سے پہلے عرض کر دی ہے۔

(۱) طریقۂ اذان

دورِ حاضرہ میں جدید مذاہب کی بہتات ہے اور آگے سلسلہ جاری ہے امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اذانوں میں تغیر و تبدل آجائے جیسے ہمارے میں نئے طریقہ سے اذانیں سنائی دے رہی ہیں۔ اسی لئے فقیر اذان کے وہ الفاظ اور طریق عرض کر دے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اقدس میں تھے۔

مؤذن دونوں حدثوں سے پاک ہو کر کسی اونچے مقام پر (خارج از مسجد) قبلہ رو کھڑا ہوا اور اپنے دونوں کانوں کے سوراخوں کو کلمے کی انگلی سے بند کر کے اپنی طاقت کے موافق بلند آواز سے نہ اس قدر کہ جس سے تکلیف ہو ان کلمات کو پڑھے (عربی کلمات اذان یہ ہیں)

اللہ اکبر ط اللہ اکبر ط اللہ اکبر ط اللہ اکبر ط پھر اشھد ان لاالہ الا اللہ ط اشھد ان لاالہ الا اللہ ط

اشھدان محمد اوسول اللہ ط اشھدان محمدا رسول اللہط(پھردائیں طرف منہ کرکے کہے)حی علی الصلوۃ حی علی الصلوۃ ط کہے پھر بائیں طرف منہ کرکے کہےحی علی الفلاح ط حی علی الفلاح کہے اللہ اکبر ط اللہ اکبر ط کہے پھر لاالہ الا اللہط کہہ کردعامانگے۔

فائدہ

احناف کے نزدیک اقامت مقتدی امام کو بیٹھ کرسنی چاہیے جب حی علی الصلوۃ کہےتو اٹھ کھڑے ہوں اس کے متعلق رسالہ "الفلاح فی القیام عند حی علی الفلاح" پڑھیے۔

اگر فجر کی اذان ہوتو اس کے بعد الصلوۃ خیر من النوم الصلوۃ خیر من النوم(دوبار)اقامت میں حی علی الفلاح ط کے بعد قدقامت الصلوۃ ط قدقامت الصلوۃ ط(لا الہ الا اللہ)

فائدہ

اذان کے بعد آہستہ مؤذنین وسامعین محمد رسول اللہ ﷺ پڑھ سکتے ہیں۔

مسئلہ

اذان کے الفاظ کو گا کرادا کرنا درست نہیں لیکن نہ اس طرح کہ کچھ پست اور کچھ بلند آواز سے ہو۔

www.faizahmedowaisi.com

مسئلہ

اذان کھڑے ہوکر کہنی چاہیے اذان بیٹھ کر کہنا مکروہ ہے۔

مسئلہ

ہرایک کلمہ کے کہنے کے بعد اس طرح سکوت کیا جائے کہ سننے والا اس کے جواب میں وہی کلمات دہراسکے۔

اعجوبہ

اذان کا جواب نہ صرف زندہ لوگ دیتے ہیں مسلمان اہل قبور بھی اذان سن کر جواب دیتے ہیں چنانچہ حضرت یحیٰی بن معین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک گورکن نے کہا کہ ان قبروں میں سے جو کچھ میں نے سنا اس میں سے زیادہ تر عجیب یہ بات ہے کہ میں نے ایک قبر سے مریض جیسی رونے کی آواز سنی اور ایک قبر سے سنا کہ مؤذن اذان دیتا ہے اور میت قبر سے اس کا جواب دیتا ہے۔(اخرجہ اللالکائی فی السنۃ علی الفراغنی فی احوال برزخ ،صفحہ ۳۹۵)

انتباہ

اس سے اہل قبور کا سننا جاننا ثابت ہوا۔تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ "مردے سنتے جانتے ہیں"

اقامت کے جواب "اقامھا اللہ وادامھا" کہے بعد اذان کے درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھے:

اللھم رب ھذہ الدعوۃ التآمہ والصلوۃ القآئمۃ ات محمد ان الوسیلۃ والفضیلۃ و الدرجۃ الرفیعۃ وابعثہ مقاما محمود ان الذی وعدتہ وارزقنا شفاعتہ یوم القیمہ ط انک لا تخلف المیعاد ط برحمتک یا آرحم الراحمین ط

فائدہ

اہل سنت کی مساجد میں لاؤڈ اسپیکر پر اذان سے پہلے یا بعد میں با پھر جماعت کھڑی ہونے سے دس پندرہ منٹ پہلے پڑھا جاتا ہے "الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" اسے حسب عادت دیو بندی، وہابی اور ان کے تمام مؤیدین فرقے بدعت اور حرام کہتے ہیں، پڑھا جائے جائز ہے۔ اس کے دلائل فقیر کے رسالے "التحقیق العجیب" اور "رجم الشیطان فی الصلوۃ والسلام عند الاذان، اذان کے وقت صلوۃ وسلام کا ثبوت، اذان وصلوۃ وسلام۔ لیکن یہ بیماری عام ہے جسے دور کرنے کے بجائے اور زیادہ بڑھایا جا رہا ہے یعنی مساجد کے اندر اذان کہنا اسپیکر پر عموماً اور جمعہ کی اذان ثانی خصوصاً حالانکہ تمام فرقے متفق ہیں کہ مسجد میں اذان کہنا مکروہ ہے۔

مسئلہ

چلنے کی حالت میں اذان سنے تو کھڑا ہو جائے اور اذان سننے کی حالت میں سوا جواب دینے کے اور کسی کام میں مشغول نہ ہو اور سلام یا سلام کا جواب بھی نہ دے کیونکہ بعض حالتوں میں اذان کا جواب دینا درست نہیں۔ وہ صورتیں بہار شریعت میں تشریح کے ساتھ لکھی گئی ہیں اذان اور اقامت میں صرف اس قدر فرق ہے کہ اذان مسجد سے باہر کہی جاتی ہے۔ مگر اقامت مسجد میں کہی جاتی ہے کہ اقامت پست آواز سے اقامت میں "الصلوۃ خیر من النوم" کے بجائے قدقامت الصلوۃ ہے۔ اقامت میں کانوں کے سوراخوں کو بند کرنا بھی نہیں اس لئے کہ کانوں کے سوراخ آواز بلند کے لئے بند کئے جاتے ہیں اور وہ یہاں مقصود نہیں۔ افسوس کہ اسپیکر کو محفوظ کرنے کی نیت سے ہر جگہ مسجد کے اندر اذانیں دیجاتی ہیں اس کا گناہ علماء کرام پر یا مساجد کے متولیوں اور صاحب ثروت پر ہے اگر اسپیکر پر محفوظ رکھنا ہے تو اس کے لئے علیحدہ کمرہ بنانا چاہیے۔ جمعہ کی دوسری اذان بھی مسجد سے باہر دینی چاہیے اس کا بھی مساجد کے اندر دینے کا رواج ہے اس کی تحقیق فقیر کے رسالہ "نفح العنبر علی الاذان عند المنبر" میں ہے۔ (اُویسی غفرلہ)

مسئلہ

اقامت میں حی علی الفلاح کہتے وقت دائیں بائیں جانب منہ کا پھیرنا بھی اذان کی طرح درست ہے۔ (شامی)

مسئلہ

اذان اور اقامت کو قبلہ رو ہو کر کہنا چاہیے ورنہ مکروہ تحریمی ہے۔ (دُرمختار)

مسئلہ

مساجد میں امام اور مؤذن کے تقرر کا اختیار بانی مسجد کو ہے اگر وہ نہ ہو تو اس کے اقارب کو اختیار حاصل ہے اگر بانی مسجد یا اس کے اقارب میں امام اور مؤذن کے تقرر و انتخاب کی اہلیت نہ ہو تو اہل محلہ کو اختیار ہے کہ وہ جس شخص کو بہتر سمجھیں امام اور مؤذن مقرر کریں۔ (دُرِّ مختار)

مسئلہ

وقت کی پابندی کا لحاظ ضروری ہے اور ایک شخص کو ایک وقت میں دو مسجدوں میں اذان کہنا مکروہ ہے۔

مسئلہ

اگر اذان کہتے وقت مؤذن بے ہوش ہو جائے اس کی آواز کام نہ دے یا اذان کے کلمات بھول جائے تو ان سب صورتوں میں اذان کا اعادہ کیا جائے یعنی دوبارہ اذان کہی جائے۔

مسئلہ

مجنون اور فاتر العقل اور فاسق کی اذان مکروہ ہے۔ ان سب کی اذان کا اعادہ کیا جائے۔

مسئلہ

احسن طریقہ یہ ہے کہ کسی بلند جگہ پر چڑھ کر اذان کہی جائے تا کہ اہل محلہ کو خوب سنائی دے۔

www.faizahmedowaisi.com

مسئلہ

اذان ہمیشہ مسجد سے باہر کہنی چاہیے۔ مسجد کے اندر اذان کہنا مکروہ ہے۔

مسئلہ

جمعہ کی نماز کے موقعہ پر خطبے کے وقت جو اذان کہی جائے وہ اس حکم سے علیحدہ ہے وہ یوں کہ مسجد کی ایسی جگہ میں جہاں عرفاً مسجد نہیں کیا جاتا ہو۔

مسئلہ

اذانِ ثانی میں اس بات کا لحاظ ضرور ہے کہ خطیب کے سامنے ہو یہ ضروری نہیں ہے کہ اذان منبر کے پاس ہی ہو۔ ہند و پاک میں جو عام طور پر دستور ہے کہ ہر اذان مسجد کے اندر کہی جاتی ہے اور خصوصاً جمعہ کی اذانِ ثانی تو منبر کے پاس ضروری کہی جاتی ہے یہ نہایت غلط طریقہ ہے اور اس کی کچھ اصل نہیں ملتی۔ فقہ کی کتابوں میں واضح طور پر لکھا ہے کہ اذان مسجد سے خارج حصہ میں کہی جائے اور ہر اذان مسجد کے اندر مکروہ ہے لیکن یاد رکھو اگر اس طریقہ کی اصلاح میں فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو تو مسجد میں فتنہ و فساد برپا نہ کیا جائے بلکہ نہایت ہی اخلاق و محبت سے وہاں کے سنجیدہ اشخاص کو نرمی کے

ساتھ سمجھا دیا جائے۔

اور اذان کے کلمات ٹھہر ٹھہر کر ادا کرنے چاہیے۔ جلدی جلدی اذان کہنا درست نہیں ہے ہر کلمہ کے بعد کسی قدر وقفہ ضروری ہے۔ توقف اور سکوت کی مقدار یہ ہے کہ جواب دینے والا باآسانی جواب دے سکے مثلاً مؤذن نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو اب اس قدر وقفہ ضروری ہے کہ سننے والا بھی اللہ اکبر اللہ اکبر کہہ سکے وقفہ کا ترک مکروہ ہے اور ایسی اذان کا اعادہ مستحب ہے اور اذان کہتے وقت خیالات کو منتشر نہ ہونے دے بلکہ یکسو ہو کر کہے۔

حی علی الصلوۃ کہتے وقت اپنا منہ داہنی طرف کرلو اور حی علی الفلاح کہتے وقت بائیں طرف کرو اور قدم ایک ہی جگہ قائم رکھو اور اذان کہتے وقت کان کے سوراخوں میں انگلیاں رکھنا مستحب ہے اور اگر دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ لئے جائیں تو بھی حرج نہیں۔ اس طریقہ سے آواز میں بلندی پیدا ہوتی ہے۔

اقامت کے مسائل

اقامت بھی ایک طرح کی اذان ہے صرف بعض باتوں میں فرق ہے۔ اقامت میں حی علی الفلاح کے بعد قد قامت الصلوۃ دوبار کہنا ضروری ہے اور اقامت کے وقت بھی آواز کسی قدر بلند ہونی چاہیے تاکہ سب حاضرین بخوبی سن لیں اور اقامت کے الفاظ جلد جلد کہے جائیں تو کچھ حرج نہیں اس میں سکتہ کی ضرورت نہیں اور نہ کانوں پر ہاتھ رکھنے کی ضرورت ہے اور جس شخص نے اذان کہی ہو اقامت بھی وہی کہے۔ اگر اذان کہنے والا موجود نہ ہو یا موجود تو ہو مگر دوسرے شخص کے اقامت کہنے سے ناراض نہ ہو تو جائز ہے۔ دوسرے شخص کو بغیر مرضی اس کے اقامت نہیں کہنی چاہیے ایسا کرنا مکروہ ہے۔ اقامت میں حی علی الفلاح کہتے وقت منہ پھیرنا ضروری ہے اور اقامت کی اہمیت بہ نسبت اذان کے ضروری ہے۔ کیونکہ مسئلہ یہ ہے کہ کوئی مسافر سفر میں اذان نہ کہے تو کچھ حرج نہیں اقامت کہہ لینی چاہیے۔ اگر اذان اور اقامت دونوں ترک کردے تو مکروہ ہے اور جس وقت اذان کے بعد اقامت کہی جائے سب حاضرین کو ادب کے ساتھ صف بصف بیٹھ جانا چاہیے اور اقامت کے وقت اگر کوئی شخص باہر سے بھی آئے تو اس کو کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے۔ اس کو بھی بیٹھ جانا چاہیے اور اقامت کے کلمات بیٹھ کر سننے چاہیے اور جب حی علی الفلاح کہے تب کھڑے ہو کر صفیں درست کرنی چاہیے۔ امام کے لئے بھی یہی حکم فقہ کی تمام معتبر کتابوں سے مثلاً فتح القدیر، شرح وقایہ، عالمگیری، درمختار میں موجود ہے اس قسم کے مسائل کی اشاعت میں عاقبت اندیشی اور ترقی سے کام لیا جائے۔ جسے سمجھا دو صاف کہہ دو کہ صحیح مسئلہ تو یہ ہے اور عام رواج یہ ہے۔ اذان کے بعد مغرب کے وقت کے سوا اور سب وقتوں میں اتنی دیر ٹھہر کر

اقامت کہنی چاہیے کہ جولوگ کھانے پینے میں مشغول ہوں، پیشاب، پاخانہ کررہے ہوں تو وہ نماز میں آسانی سے شریک ہوسکیں اور اذان میں مؤذن کو کسی سے کلام کرنے کی اجازت نہیں اور نہ سلام کا جواب دینا واجب ہے۔

مسئلہ

اذان اور اقامت کی اجابت مستحب ہے یعنی سننے والے کو بھی وہی کلمات کہنے چاہیے جو مؤذن یا مکبر کہتا ہے۔ مگر حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح سن کر "لا حول و لاقوۃ الا باللّٰہ" کہنا چاہیے اور فجر میں اذان میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" سن کر "صدقت و بررت و بالحق نطقت" کہنا چاہیے اور جس شخص کو حاجت ہو وہ بھی اذان کا جواب دے سکتا ہے لیکن حیض و نفاس والی عورت کو خاموش رہنا چاہیے۔

اسی طرح جو اشخاص نماز جنازہ میں مشغول ہوں یا قضائے حاجت میں مشغول ہوں ان کو جواب نہیں دینا چاہیے اور جب اذان ہو رہی ہو تو اذان کے ختم ہونے تک سلام، کلام اور جواب سلام غرضیکہ ہر طرح کی بات چیت اور تمام اشغال موقوف کردے اور اثنائے تلاوت میں اذان کی آواز آئے تو تلاوت موقوف کردے اور اذان کو غور سے سنے اور جواب دے۔

اور بعض اہل معرفت نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ جو شخص اذان کے وقت باتوں میں مشغول رہے معاذ اللہ اس کا خاتمہ برا ہونے کا اندیشہ ہے اور جو شخص راستہ پر چل رہا ہو اور جب اذان سنے تو اُس کو چاہیے کہ جب تک اذان ختم نہ ہو سکون کے ساتھ اذان سنے اور اذان کے ختم ہونے پر چلنا شروع کرے۔ مطلب یہ ہے کہ اذان کی آواز سنتے ہی کھڑا ہوجائے اور جواب دے اور اگر اذان کے وقت کوئی شخص مسجد میں جارہا ہو اور راستہ میں اذان سنے اور اس کو مسجد میں پہنچ کر وضو وغیرہ کرنا ہے تو اس کے لئے اجازت ہے کہ وہ جلد مسجد میں پہنچ کر وضو وغیرہ سے فارغ ہو اور جماعت میں شامل ہو۔ (کنز)

اذان درحقیقت دعوت الی الحق ہے۔ اذان سن کر نماز کے لئے نہ جانا سخت گناہ ہے۔ آج کل اذان کو ایک معمولی بات سمجھ لیا ہے۔ یہ دین و دنیا کی بھلائی کی دعوت ہے اذان کا احترام کریں اور نماز میں شریک ہوں۔ احادیث میں مؤذن اور امام کے لئے جو ثواب ارشاد ہوا ہے۔ اس ثواب کے مستحق وہی امام اور مؤذن ہوسکتے ہیں جو خالصتاً لوجہ اللہ بغیر کسی دنیاوی معاوضہ کے اس خدمت کو انجام دیتے ہیں اور جو اشخاص تنخواہ لے کر اس خدمت کو انجام دیتے ہیں وہ اس ثواب کے مستحق نہیں۔ علمائے متقدمین نے مؤذن اور امام پر تنخواہ لینے کو حرام کیا ہے تاکہ لوگ ان کو حقیر نظروں سے نہ

دیکھیں۔

تبصرہ اویسی غفرلہ

ہے تو بات یہی حق کہ امام مسجد مؤذن کا وقار اکثر مساجد میں آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ امام مسجد و مؤذن اگر اپنا وقار بڑھائیں تو یہ دونوں کام فی سبیل اللہ کریں لیکن روزی کہاں سے کھائیں یہ ایک وہم ہے لیکن اس کے باوجود فقہاء کرام نے زمانہ کی تبدیلی سے حکم فرمایا ہے کہ ان حضرات کا تنخواہ لینا جائز ہے والتفصیل فی المطولات۔

مسائل عجیبہ

دورِ حاضرہ میں ہر مسئلہ میں جدت پر زور دیا جاتا ہے اذان و اقامت واجابت غیر ہو۔ فقہاء کرام کا دورِ سابق میں اس بارے میں اختلاف رہا چنانچہ مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم (احکام النفائس صفحہ ۴۹) میں لکھتے ہیں

اختلفوا فی جواز الاذان والاقامۃ فی الفارسیۃ فمنھم من جوزو منھم من اعتبر التعارف ومنھم من انکرہ ۔ گویا اس مسئلہ میں تین گروہ تھے (۱) مجوزین (۲) عرف پر دارومدار (۳) منکرین۔

عرف پر دارومدار کے حوالہ جات

(۱) جامع المضمرات میں ہے فی الاذان بمعتبر التعارف (۲) البنایہ شرح کنز میں ہے لو اذن واقام بالفارسیۃ قیل ھو علی الخلاف وقیل لا یجوز الا ان یکولو ا قد اعتادوا (۳) المبسوط میں ہے عن ابی حنیفۃ ان من اذن بالفار یعلمون انہ اذان جازو الالا (۴) فتاویٰ قاضی خان میں ہے لایوذن بالفارسیۃ ولا بلسان آخر غیر العربیہ فان علم الناس انہ اذان قیل بانہ یجوز (۵) المحیط الرضوی میں ہے اما الاذان بالفارسیۃ فروی الحسن عن ابی حنیفۃ انہ اذا اذن بالفارسیۃ وعلم الناس انہ اذان جازوان لم یعلموا ذلک لا یجوز لان المقصود منہ الا علام وذلک لایحصل الابالمعھود ۔ وغیرہ وغیرہ

منکرین کے حوالہ جات

(۱) مواہب الرحمٰن میں ہے الا صح انہ لا یجزی الا ذان بالفارسیۃوان علم انہ اذان (۲) مراقی الفلاح میں ہے ولایجزی الاذان بالفارسیۃ المرا و غیر العربی وان علم انہ اذان فی الا ظھر تو رواہ بلسان عربی فی اذان الملک (۳) منح الغفار میں ہے لا یصح ان اذان بالفارسیۃ وان علم علی الا صح (۴) الجوہرہ میں ہے یصح الاذان فی بالفارسیۃ ان علم انہ اذان و اشارفی شرح الکرخی ای انہ

لا یجوز وھو الا ظھر الاصح۔

مجوزین کے لئے کوئی حوالہ نہیں لکھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ متقدمین میں اس کے مطلقاً جواز کے کوئی قائل نہ تھے ۔صرف عرف کی قید پر جواز کے قائل چند فقہاء تھے ۔

فیصلہ

عرف تا حال کہیں قائم نہیں ہوسکا اگر قائم کیا جائیگا تو شور اُٹھے گا جس سے بہتر یہی ہے کہ مسائل شرعیہ میں توڑ پھوڑ کے بجائے انہیں جوں کا توں رکھا جائے تاکہ عوام میں انتشار نہ پھیلے ۔اگر کسی نے غلطی سے اذان غیر عربی میں کہہ دی تو مکروہ ہوگا اور اس سے سنت کی ادائیگی بھی نہ ہوگی ۔بعض نے کہا کہ جیسے جنب کی اذان کا اعادہ ہے اس کا بھی اعادہ ہو۔مولانا لکھنوی لکھتے ہیں کہ اس کے اعادہ کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوسکی صرف یہ کہنا کہ یہ فرشتے کے لائے کلمات ہیں فلہٰذا اس کی اس طرح ادائیگی ضروری ہے یہ قیاس ضروری نہیں اس لئے کہ دوسرے اذکار بھی تو ایسے ہی فرشتے لائے ہیں تو وہ دوسری زبان میں پڑھے جائیں تو ان کا اعادہ نہیں تو اذان کا بھی اعادہ نہیں ۔

تبصرہ اُویسی غفرلہ

یہ قیاس فاسد ہے اس لئے کہ اذکار سے تو صرف ذکر مراد ہے وہ ہو گیا لیکن یہاں اعلام بھی مقصود ہے ۔دوسرا سنت متواترہ ہے کہ حضور ﷺ سے لے کر صحابہ ،تابعین ،ائمہ مجتہدین ،اولیاء کاملین عربی میں اذان کہتے چلے آئے اگر غیر عربی میں جواز کی صورت ہوتی تو صحابہ کرام وغیرہم نے بھی جواز کے لئے ایسا کیا حالانکہ صحابہ کرام عجم کے تقریباً ہر ملک میں تشریف لائے پھر عجم میں اسلام کے پھیلانے والوں کی کمی نہیں اسے بھی ایسا منقول نہیں ۔فلہٰذا جدت پسندوں کے لئے راہ کھڑ دیتے کے بجائے راہ بند کرنی چاہیے تاکہ وہ دوسرے مسائل کی طرح اس میں کوئی رخنہ اندازی نہ کرسکیں۔

مؤذن کا احترام

معاشرہ میں مؤذن ایک معمولی امر سمجھا جاتا ہے لیکن اللہ و رسول (عزوجل وﷺ) کے ہاں بہت بڑا عہدہ اور بہترین اجر وثواب کا مالک ہے ۔اسی لئے شریعت مطہرہ نے اس کے ادب واحترام کے احکامات صادر فرمائے ہیں ۔

(۱) اس کی اجازت کے بغیر اذان واقامت مکروہ ہے جبکہ اس کا دل دکھتا ہو ہاں کسی کو اس پر اعتماد ہو تو جائز ہے۔

(۲) مؤذن کی موجودگی اور اس کی ناراضگی کی صورت میں اقامت کہنا مکروہ ہے ہاں کسی کو اس پر اعتماد ہو تو جائز ہے ۔عہد رسالت اور عہد صحابہ میں مؤذن کو ایک وقیع حیثیت تھی ۔تمام حاضرین امام کو اپنا مذہبی پیشوا اور مؤذن کو اپنی جماعت

کا مستند سمجھتے ۔لیکن اب وہ زمانہ نہیں رہا اب امام کو حقیر خیال کیا جاتا ہے ۔اس پر ہم کل کر غور فرمائیں کہ موجودزمانہ میں امام ومؤذن کو حقیر کیوں سمجھا جاتا ہے۔

مندرجہ ذیل صورتیں قابل غور ہیں۔

(۱) اگر ہر شہر اور ہر محلے ہر سربرآوردہ مسلمان مساجد کا اہتمام وانتظام اپنی نگرانی میں رکھتے اور نماز پڑھانے کے لئے ذی علم استعداد اور قابل آدمیوں کا تقرر کرتے تو آج رسوائی اور ذلت نہ ہوتی ۔مشکل یہ ہے کہ سربرآوردہ اشخاص تو مساجد کے اہتمام وانتظام سے قطعاً دلچسپی نہیں رکھتے ۔اس صورت میں شہر یا محلے کے عوام اپنی بساط کے مطابق غریب جاہل اور مفلوک الحال اشخاص کو نماز پڑھانے اور اذان دینے کے لئے مقرر کر لیتے ہیں ۔ظاہر ہے کہ اس صورت میں امام یا مؤذن کی کیا حیثیت قرار دی جاسکتی ہے ۔بہرحال ہم اس موقع پر اس حقیقت کو بیان کرتے ہیں کہ اذان کہنے کا اہل کون ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ اذان دینے کا اہل وہ شخص ہے جو اوقات نماز پہچانتا ہو اور عالم ہو اور صالح ہو اور ذی وجاہت باثر اور خوش الحان ہوتا کہ محلہ والوں کو اخلاقاً نماز پڑھنے پر آمادہ کرے۔

طریقہ اصلاح

اہل دور کے مسلمان مساجد کا اہتمام انتظام اپنے ہاتھ میں لے کر موجود خرابیوں کا انسداد کریں ۔اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ مساجد سے منسلک اہل ثروت نیک لوگ خود اذان دیں ۔اگر باتنخواہ مؤذن ہو تو اسے مساجد سے منسلک لوگوں کے ساتھ نیک برتاؤ اور حسن اخلاق سے اوقات بسر کرنی چاہیے کہ خاص پارٹی کا بن کر نہیں رہنا چاہیے۔ اہل مسجد کو بھی مؤذن کو اپنا تنخواہ خوار نہیں بلکہ ایک مقتدر شخصیت کی حیثیت دینی چاہیے ۔مؤذن اور اہل مسجد گاہے گاہے اذان کے فضائل پڑھ سن لیا کریں۔

اذان کب سے شروع ہوئی

حضور سرورعالم ﷺ جب مکہ سے مدینے میں تشریف لائے تو کوئی مسجد نہ تھی ۔ویسے ہی جہاں موقع ملتا اور وقت ہو جاتا نماز پڑھ لیتے تھے۔ چند روز بعد آپ کو خدا تعالیٰ نے مسجد بنانے کا حکم فرمایا قبیلہ نجار کے لوگوں کی زمین پڑی تھی جو مسجد کے لئے مناسب تھی ۔اس میں کچھ مدت کے مشرکین کی قبریں تھیں اور کھنڈر پڑے ہوئے تھے اور کھجور کے درخت کھڑے تھے۔ آپ نے بنی نجار کو بلایا وہ ایسے وقت حاضر ہوئے کہ حضور سرورعالم ﷺ اونٹنی پر سوار تھے اور حضرت ابوبکر

رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے اُونٹنی پر سوار تھے۔ وہ لوگ آکر آپ کو چار طرف سے گھیر کر کھڑے ہو گئے عرض کی یا حضرت کیا ارشاد ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم مسجد کے لئے یہ جگہ ہمارے ہاتھ بیچ ڈالو۔ وہ سب چونکہ مسلمان تھے سب نے عرض کیا کہ یا حضرت ہم اس کی قیمت نہیں لیں گے اللہ تعالیٰ سے اجر پائیں گے۔ انہوں نے ہر چند اصرار کیا چونکہ وہ لوگ غریب تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسمت میں یہ نعمت لکھی تھی کہ مسجد کے لئے ان کے مال سے زمین خریدی جائے اس لئے آپ نے مفت لینا پسند نہ کیا اور دس دینار پر معاملہ فرمالیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت خوشی سے زمین کی قیمت دس دینار اپنے پاس سے ادا کئے (سبحان اللہ کیا نیک بختی اور خوش قسمتی تھی) آپ نے کھنڈر کی دیواروں اور قبروں کو اُکھڑوا کر برابر کرا دیا اور درخت کاٹ دیئے۔ پھر مسجد بننی شروع ہوئی صحابہ پتھر اُٹھا اُٹھا کر خود ہی مسجد بناتے اور دین و دنیا کے سردار رسول اکرم ﷺ بھی ان کے شریک حال تھے اور جوش میں رجز پڑھتے تھے۔ (آدمی کام کرتے وقت دل بہلانے کو جو مصرعے اور فقرے جوڑ کر پڑھنے لگتا ہے اس کو رجز کہنا چاہیے) حضور ﷺ بھی ان کے ساتھ دعا کے کلمات بلند آواز سے پڑھتے جاتے تھے۔ اسی طرح مسجد بن گئی اور ستون کی جگہ کھجور کے سوکھے درخت کھڑے کر کے اُن پر کھجور کے پتے اور شاخیں ڈال دیں۔ (اللہ اللہ یہ سیدھی سادی مسجد تھی اس میں سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے شرکت کی)

مسجد کی تعمیر کے بعد کوئی ایسی علامت ضروری تھی جس سے وقت پر سب جمع ہو جائیں ویسے ہی اٹکل سے اکٹھا ہو جاتے جس سے تکلیف ووقت اور کام میں حرج ہوتا تھا۔ جو کوئی جماعت سے رہ جاتا اس کو سخت صدمہ ہوتا تھا کیونکہ وہاں ایک ہی جماعت ہوتی تھی ایسا نہیں کہ دو چار آئے اور جماعت کر لی۔ آج کل لوگوں نے آرام طلبی کی تدبیر نکالی ہے اذان دے کر گھنٹے گزر جاتے ہیں۔ ان کے یہاں یہ نہ تھا کہ جب جی چاہا اُٹھے اور مسجد میں جا کر ایک کو آگے کر کے دوسری تیسری چوتھی جماعت کر لی اول جماعت کا غم ان کے دشمنوں کو ہو ان کو کیا پروا ہے۔

یوں نہیں جانتے کہ جماعت جو کچھ ہے وہ اول ہی ہے۔ ستائیس درجہ کا ثواب اول ہی جماعت کے چھوڑنے پر اس سراپا رحمت شفیق امت کو اس قدر جلال آیا کہ جی چاہتا ہے کہ جا کر ان کے گھر کو آگ لگا دوں جو مسجد میں جماعت کے وقت نہیں آتے۔

مشورہ یہ ہوا کہ کوئی ایسی چیز ہونی چاہیے کہ جس سے وقت معلوم ہو جایا کرے۔ کسی نے کہا کہ مجوس کی طرح آگ جلا دیا کرو۔ اسے دیکھ کر لوگ آجایا کریں۔ کسی نے کہا کہ نصاریٰ کی طرح ناقوس بجایا کرو، اسے دیکھ کر لوگ آجایا کریں، کسی نے کہا کہ یہودیوں کی طرح قرن (سنکھ یا نرسنگھ) بنالو مگر حضور ﷺ نے ان کی رائے کو پسند نہیں فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نماز کے وقت ایک آدمی کھڑا ہو کر الصلوۃ الصلوۃ پکار دیا کرے۔ اس پر عمل ہوا مگر کسی عمدہ تدبیر کی فکر میں سب تھے کہ عبداللہ بن زید صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک سبز پوش آدمی (جو حقیقت میں فرشتہ تھا) ناقوس لے رہا ہے (ایک لکڑی کو دوسری لکڑی پر مارتے ہیں اسی کو ناقوس کہتے ہیں) انہوں نے پوچھا کہ فروخت کرتے ہو۔ اس فرشتہ بصورت آدمی نے کہا کہ تم کیا کرو گے۔ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ نماز کے وقت بجا کر لوگوں کو بلایا کریں گے۔ اس نے کہا لو سنو تم کو اس سے عمدہ ترکیب بتاتے ہیں۔ صحابی نے کہا کہ بتاؤ فرشتہ نے یہی اذان کہہ کر سنائی جو آج کل پانچ وقت دی جاتی ہے اور کہا کہ نماز کے وقت ہمیشہ اسی طرح پکار دیا کرو۔ صحابی جاگ پڑے اور رات کو اٹھ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر دروازے پر دستک دی آپ ﷺ نے اندر بلا لیا اور انہوں نے قصہ بیان کیا چونکہ بذریعہ وحی اس خواب کی تائید ہو گئی تھی۔ آپ نے کہا تمہارا خواب نہایت مبارک ہے جاؤ تم اور بلال مسجد میں جاؤ تم بتلاتے جاؤ اور بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اذان پکارتے جائیں ان کی آواز بلند ہے۔ اذان پکاری گئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ایسی جلدی دوڑتے ہوئے آئے کہ چادر زمین پر گھسٹتی جاتی تھی اور عرض کیا کہ یا حضرت میں نے اسی طرح خواب دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا الحمد للہ مگر عبداللہ تم سے آگے ہو گئے (یعنی پہلے آ خبر دی) جب عبداللہ بن زید کے خواب کی تصدیق رسول اللہ ﷺ نے بذریعہ وحی کے فرمائی اور ہمیشہ کے لئے یہ عمل درآمد ہو گیا اور ان کو بہت خوشی ہوئی اور اس خوشی میں یہ اشعار اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر کی بجا آوری میں پڑھے۔

فائدہ

جب اذان جاری ہوئی تو پانچ وقت ایک طرح پر تھی۔ صبح میں جو الصلوۃ خیر من النوم کہتے ہیں یہ نہ تھا۔ ترمذی شریف میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (اپنی خلافت کے زمانہ میں) بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ الصلوۃ خیر من النوم کو صبح کی اذان میں کہا کرو۔ ایک روز صبح کو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کو نماز کے لئے بلانے آئے تو آپ ﷺ آرام فرمارہے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ اور کہنا تو گستاخی سمجھا بلند آواز سے الصلوۃ خیر من النوم یعنی (نیند سے نماز بہتر ہے) کہے حضور ﷺ فوراً بیدار ہو گئے اور فرمایا کہ اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ تو بہت اچھا کلمہ ہے اس کو صبح کی اذان میں کہا کرو آپ کے حکم سے (جو فی الحقیقت خدا کا حکم تھا) یہ زیادتی صبح کی اذان میں ہو گئی اور ہمیشہ جاری رہی (یہ روایت بھی ترمذی میں ہے) پھر حضور ﷺ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد مؤذنوں کی غفلت سے یہ کلمہ صبح کی اذان میں چھوٹ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چونکہ سنت نبوی کے جاری رہنے

کا بہت خیال اور اہتمام تھا لہٰذا سردار مؤذنان حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤذن رسول ﷺ کو تاکید کردی کہ صبح کی اذان میں اس کلمہ کو کہا کریں تاکہ ان کی پیروی سے دوسرے مؤذن بھی کہنے لگیں اور سب کو تاکید ہو جائے۔

اذان کی حقیقت

اذان ایک نہایت جامع اور مختصر کلام ہے۔ جس میں اعتقاد اور عمل دونوں کو جمع کر دیا گیا ہے۔ اول کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے کوئی اس کا ہمسر اور برابر نہیں اس کے بعد توحید کو ثابت کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور کوئی اس کی ذات وصفات میں شریک نہیں۔ اُس کے بعد مسلمان کی زبان سے ظاہر کرایا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بارے میں شہادت دے کہ بیشک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے سچے رسول اور نبی ہیں۔ جب نبی ﷺ کی رسالت کا اقرار کر چکا تو حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہہ کر اعمال صالح کی طرف بلایا جاتا ہے کیونکہ اس عبادت کی فرضیت اور ترکیب ادا سب نبی کے ذریعہ سے معلوم ہوتی ہے کوئی عقلی بات نہیں جب تک خدا کی توحید نبی کی رسالت کا اقرار نہ ہوا اعمال کی پرستش اور قدر نہیں۔ اس کے بعد خدا کی بڑائی (اللہ اکبر) سے جتلا کر لاالہ الا اللہ کہہ دیا جس سے یہ مطلب ہے کہ تمام دنیا فانی ہے خدا کے سوا کوئی چیز باقی رہنے والی نہیں تاکہ بندہ اپنی چند روزہ زندگی میں اور دل لگائے اور دنیا سے یکسو ہو کر نماز کی طرف متوجہ ہو۔ اذان اگرچہ پکارنے اور بلانے کے لئے ہے لیکن اس میں حکمت یہ بھی ہے کہ انسان اذان کو سن کر اپنے ایمان کو تازہ اور کامل کر لے۔ پھر نماز کا قصد کرے کیونکہ ایمان شرط ہے اعمال کی مقبولیت کے واسطے۔ اس واسطے مسنون ہے کہ جب مؤذن اشھد ان لا الہ الا اللہ کہے اور سننے والا یہ دعا پڑھے اشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریك له و اشھدان محمدا عبده ورسوله رضیت باللہ ربا ومحمد رسولا وبالاسلام دینا۔

اذان کا جواب

جب مؤذن اذان دے تو تم اسی طرح آہستہ آہستہ کہتے جاؤ۔ البتہ جب وہ حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہتا ہے تو تم یہ کلمے نہ کہو بلکہ ان کے جواب میں ہر دفعہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہو اور جب صبح کی اذان میں الصلوٰۃ خیر النوم کہتا ہے تو اس کے جواب میں صدقت و بررت کہو اور جب اذان ختم ہو جائے تو پانچوں وقت یہ دعا پڑھا کرو اللھم رب ھذہ الدعوۃ التآمة والصلوۃ القآئمة ات محمدن الوسیلة والفضیلة وابعثه مقاماً محمود ان الذی وعدته۔

اسی قدر الفاظ کا پڑھنا بہتر ہے جو حدیث میں وارد ہیں اور دو چار فقرے ہیں جو اس سے زیادہ ہیں ان کا پڑھنا جائز ہے۔اس دعا کے پڑھنے پر بہشت کے داخلے کی خوشخبری وارد ہے علاوہ اشھدان لا الہ الا اللہ کو سن کر وہ دعا پڑھنی چاہیے جو پہلے گزر چکی ہے اس کو خالص دل سے پڑھنے والوں کے لئے گناہوں کی معافی کا مژدہ دیا جاتا ہے۔اگر بے وضو ہو یا غسل کی ضرورت ہو تب بھی اذان کا جواب دینا چاہیے اگر قرآن مجید پڑھتا ہے تو مناسب یہ ہے کہ ٹھہر جائے اور اذان کا جواب دے۔اگر نماز پڑھتے ہوئے اذان سنے تو جواب نہ دینا چاہیے اگر کئی طرف سے اذان کی آواز آرہی ہے تو جو مسجد اپنے محلّہ کی ہو یا سب سے قریب ہو اس کا جواب دے۔ایک دفعہ اذان سنی اور جواب دے چکا اب دوسری مسجدوں میں سے آواز آئے تو ان کا جواب دینا کچھ ضروری نہیں۔جو شخص مسجد میں موجود ہے اس کو اذان کا جواب دینا کچھ ضروری نہیں لیکن اگر جواب دے تو بہت ثواب ہے۔یہ تو سب جانتے ہیں کہ قضائے حاجت اور پیشاب وغیرہ کے وقت اور برہنہ ہونے کی حالت میں جواب دینا جائز نہیں صرف زبان سے جواب دے کر نہ بیٹھا رہے اگر کوئی عذر نہ ہو تو مسجد میں حاضر ہو کر باجماعت نماز پڑھے اور ستائیس درجہ کا ثواب حاصل کرے۔

اذان کی فضیلت

(۱) یہ بڑا متبرک کلام ہے جس میں عقیدہ کی درستی اور اعمال کی ترغیب کو جمع کر دیا ہے کیونکہ نہ ہو جب بطور وحی الہام کے خدائے پاک نے تعلیم کرایا شیطان اس کو سن کر کوسوں دور بھاگتا ہوا بے حواس ہو کر چلا جاتا ہے۔جہاں تک اذان کہنے والے کی آواز جاتی ہے قیامت کے دن وہاں تک کی سب چیزیں اس کے ایمان کی گواہی دیں گی۔

سات برس خالص نیت سے اللہ کے واسطے اذان کہے تو اس کے لئے دوزخ سے نجات اور جنت کی خوشخبری ہے۔

ایک مثال

اذان کے بیشمار فضائل اور بے اندازہ اجر و ثواب ہیں لیکن افسوس کہ اکثر مسلمان اذان پڑھنے سے گھبراتے ہیں اور بعض تو اسے اپنی توہین سمجھتے ہیں حالانکہ یہ اذان اپنے مالک کے دروازہ کو دستک دینا ہے اور ظاہر ہے کہ جو آقا کے دروازہ کو دستک دے تو آقا ضرور متوجہ ہوتا ہے بالخصوص جب آقا کریم بھی ہو اور رحیم بھی۔

بلا تمثیل مؤذن خوش قسمت ہے کہ وہ اپنے آقا کریم کے گھر (مسجد) کے باہر روزانہ پانچ وقت دروازہ کو دستک دیتا ہے اس میں خلوص ہے تو بھی ایسا نوازا جائیگا کہ لوگ رشک کرینگے۔آج نہ سہی انشاءاللہ تعالیٰ قیامت میں ضرور ہی

نوازا جائیگا۔اسی کے مطابق حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السلام کا واقعہ ملاحظہ ہو۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی کاروائی

حضرت یوسف علیہ السلام نے ملک مصر میں قحط کے دوران غلہ کا نہایت عمدہ انتظام فرمایا ذخیرہ جمع کر کے عوام کو کم قیمت پر اور محتاجوں کو مفت (غلہ) عطا فرماتے ۔ایک دن ایک شخص نے آکر سوال کیا آپ نے معمولی طور سے غلہ دلوادیا۔تیسری مرتبہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ اے بندۂ خدا خیال تو کر غلہ کی کس قدر گرانی اور لوگوں کو کس درجہ پریشانی ہے دو دفعہ لے چکا اب پھر آگیا۔اس نے عرض کیا کہ اگر میرا حال آپ کو معلوم ہو جائے تو آپ میرا سوال رد نہ کریں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے حال پوچھا اس نے کہا کہ میں وہی لڑکا ہوں جس نے شیر خواری کی حالت میں آپ کی پاک دامنی کی گواہی دی تھی اب جوان ہو گیا ہوں ۔حضرت یوسف علیہ السلام یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور اس کو کئی من غلہ اور بہت سا مال نقد دیا۔خدائے تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے یوسف (علیہ السلام) جس نے ایک دفعہ تمہاری پاکی کی شہادت دی تم نے اُس کو اس قدر نوازا بھلا جو شخص ہر روز ہماری توحید کی شہادت اور گواہی دے اس کو ہم کس قدر نوازیں گے کیونکہ ہم سب سے زیادہ سخی اور مہربان ہیں۔پس اے مسلمانوں جو مؤذن پانچ وقت خدائے تعالیٰ کی توحید اور بڑائی کی گواہی با آواز بلند پکارے اس پر خدائے تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہوگی۔

هذا آخر مارقمه الراقم

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاول پور۔پاکستان

۱۹محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

☆......☆......☆

☆......☆

☆